خصوصیات زبان عربی

(از عبدالحلیم ناظم "مولوی فاضل" ایڈیٹر "محدث")

اسوقت ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں دنیا ہر شعبۂ حیات میں نمایاں ترقی دکھا رہی ہے۔ چنانچہ ہزاروں قسم کی جدید ایجادات واختراعات کے علاوہ تمدن کی ایک اہم شاخ "علم ادب" کو بھی بام رفعت پر پہونچانا اب بہت ضروری اور مفید سمجھا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ دنیائے حاضر کی یہ کوشش بڑی حد تک کامیاب ہو رہی ہے۔ جغرافی اعتبار سے ہر ملک کی زبان جداگانہ اور ہر زبان کا ایک مستقل لٹریچر موجود ہے۔ اس دور ترقی میں جہاں مختلف قومیں زندگی کی دوڑ دھوپ میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے باہم دست وگریباں ہیں وہاں اپنی اپنی زبانوں کو بھی غیر زبانوں پر وسعت وہمہ گیری میں فوق دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں آج ہر اہل زبان کا بلند آہنگی سے دعویٰ ہے کہ ہماری زبان دنیا کی سب سے شیریں اور وسیع تر زبان ہے ہمارا لٹریچر عالمگیر قطعی اور بہتر سے بہتر ہے۔ وغیرہ

ہندوستان ایشیائی براعظم میں ایک بہت بڑا ملک ہے۔ جہاں حق تو یہ تھا کہ تہذیب وتمدن کی ترقی کیلئے ایک ملک ہونیکے اعتبار سے ایک ہی زبان ہوتی۔ مگر بدقسمتی سے وہاں چھوٹی چھوٹی زبانوں کو چھوڑ کر بڑی زبانیں تقریباً اٹھارہ ہیں جن میں اندازاً آٹھ زبانوں کو زندہ کہلانے کا دعویٰ ہے۔ چنانچہ یہاں بھی دوسری فرقہ وارانہ جنگوں کے ساتھ عرصہ سے زبان کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے اور ہر زبان والا اپنی زبان کو آسان وسیع اور نہ معلوم کن کن صفات سے متصف بنانا چاہتا ہے اگر انصاف اور تعصب سے بالاتر نظر سے دیکھا جائے تو ہندوستان میں قدرتاً اردو کو اپنی آسانی اور ہمہ گیری سے جو کچھ مقبولیت حاصل ہے وہ کسی کو نہیں۔ اگرچہ ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور بنگلہ جیسی محدود زبان کو بخیال خویش مقبول ووسیع قرار دیا کریں یا ہندی سنسکرت والے (ہندی ساہتیہ سمیلن ہو یا ہندو مہاسبھا) اپنی اپنی الاپا کریں۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان میں بحیثیت ہندوستانی اردو کو بیحد ترقی، وسعت اور مقبولیت حاصل ہے اور رہیگی۔ اسوقت اس امر کی تفصیل ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے ہم یہاں کسی زبان کو کسی خاص ملک کی فضا کی مناسبت سے نہیں دیکھنا چاہتے بلکہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کون سی زبان ہے جو دنیا کی تمام زبانوں کے دعاوی کے باوجود صحیح معنوں میں بغیر کسی ملکی تعیین کے ساری دنیا کی زبان بن سکتی ہے۔

مقصد بالا کو مدنظر رکھکر ہمارا دعویٰ ہے اور ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ عربی جیسی وسیع تر زبان اس وقت صفحۂ گیتی پر کوئی موجود نہیں یہ زبان ایک بہت بڑے مذہب کی مذہبی زبان اور متعدد ملکوں کی مادری زبان ہونے کے علاوہ دیگر اقوام وملل میں بھی بہت مقبول وجاری ہے۔ اسکی فصاحت وبلاغت کا بے پایاں سمندر اتنا عمیق ہے کہ اس کے جزوی بیان کیلئے بھی کافی وقت ودفاتر درکار ہیں۔ یہ ایک شیریں اور بیحد لذیذ زبان ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر موسیقیت کے بے انتہا نغمے رکھتی ہے اس نے دنیا کے سامنے ایک عجیب وغریب انمول چیز پیش کی جسکو قرآن مجید کہا جاتا ہے جس کے مقابلے کی کتاب الہامی اور معجز ہونے کی وجہ سے آج تک کسی زبان کو نہ ہو سکی۔

عربی کو بعض غیر زبان والے اس کے قواعد کی پابندیوں کی وجہ سے جو کچھ دشوار سمجھتے ہیں یہ محض ان کی کوتاہ فہمی ہے اور انتہائی اجنبیت کی وجہ سے ان کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ ورنہ اگر شوق و شغف پیدا کریں تو اس سے زیادہ دلچسپ اور خزانوں سے لبریز کوئی دوسری زبان نظر نہ پڑے۔ خود ہندوستان ہی میں دیکھ لو۔ اس کے باوجود کہ مادری زبان کچھ اور ہے عربی کے ماہرین ہزاروں کی تعداد میں ہر جگہ ملیں گے۔ کیا مصر و بیروت کے سینکڑوں عیسائی و یہودی علماء کا نام نہیں سنا جو اس وقت عربی کے زبردست ادیب مصنف سمجھے جاتے ہیں۔ پھر مصر وغیرہ نے تو آج کل نئی تہذیب کی روشنی میں عربی کو جدید اصطلاحات سے آراستہ کرکے ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں اس طرح پیش کیا ہے کہ اگر حق و انصاف سے دیکھا جائے تو کسی خاص پروپیگنڈے سے قطع نظر دنیا کی مشترکہ زبان بننے کی صلاحیت اس میں بخوبی پائی جاتی ہے۔ عربی کی علمی حیثیت زمانہ حاضرہ کی منت پذیر نہیں ہے بلکہ بہت قدیم زمانوں سے اس میں علمی شان موجود ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ برطانیہ اور فرانس جیسی بڑی حکومتیں محض اپنی سطوت کے زور پر کسی خاص زبان کو پھیلا دیں اور دنیا مجبوراً انگریزی و فرانسیسی کو وسیع زبان سمجھے۔

عربی زبان پر مذہبی اعتبار سے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا تقدس اور اس کی فضیلت ایک خاص اور بہت بڑے مذہب کے نزدیک تو بہت زیادہ مسلّم ہے۔ لیکن ہم یہاں ناظرینِ "محدث" کیلئے عربی کی ایسی فطری خصوصیات پیش کرتے ہیں جن سے دیگر بڑی سے بڑی زبانیں قطعاً عاری و خالی ہیں۔ اگر ایک مدبر آدمی خواہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو بعض مستشرقین یورپ کی طرح چشمِ حقیقت سے دیکھے اور غور کرے تو بلا شبہ کہہ اٹھیگا کہ دنیا میں عربی کے مقابلہ کی کوئی دوسری زبان نہیں۔ ہم یہاں "ادب العرب" "آداب اللغة العربية" "فقه اللغة للثعالبي" اور دوسری کتابوں سے اخذ کرتے ہوئے عربی زبان کی اہم خصوصیات مختصراً نمبروار ذکر کرتے ہیں۔

خصوصیات

صرفی و نحوی خصوصیت:- اگرچہ صرفی و نحوی قاعدہ ہر زبان میں کم و بیش رائج ہے۔ جن میں بعض تو عربی ہی کی شرمندۂ احسان ہیں (فارسی اردو وغیرہ) لیکن عربی میں یہ قواعد و اصول ایسے عمدہ طریق سے منضبط اور مکمل ہیں کہ اس کی بے نظیر نوعیت کا ادراک ذوقِ سلیم ہی کر سکتا ہے۔ مختصر تشریح یوں سمجھیں کہ ہر لفظ کیلئے مادہ ہے جو کم از کم سہ حرفی ہوتا ہے۔ اس مادہ سے لفظ کی اصلیت نکل آتی ہے اور زوائد چھنٹ جاتے ہیں۔ اسکی وسعت کا ذرا اندازہ تو کیجئے کہ صرف تین حرف کسی لفظ کے مادہ کیلئے جائیں اب اس میں محض حرکات کے تغیر سے جس قدر صوتی اختلاف رونما ہوں گے اسی قدر معنی میں بھی اختلاف ہوتے چلے جائیں گے۔ مثال کے طور پر صرف ایک لفظ "قبل" کو لیتا ہوں۔ یہ سہ حرفی ہے اس کا مادہ ق۔ ب۔ ل ہے اس میں حرکات کے لحاظ سے ذیل کے تغیر ہونگے۔ قَبْلُ۔ قِبَلَ۔ قُبَلَ۔ قُبُلٌ۔ قُبُلٌ۔ قَبْلٌ۔ قِبْلَہ۔ قُبْلَہ۔ قَبَلَہ۔ قِبَلَہ۔ وغیرہ وغیرہ ہر ایک کے معنی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ پھر اس مادہ پر جتنے حروف زیادہ کئے جائیں اسی قدر معنی بڑھتے جائینگے۔ مثلاً اقبال۔ استقبال۔ تقبل۔ تقبیل۔ مقابلہ۔ قبالہ وغیرہ

دوسری خصوصیت:- عربی میں اسم، فعل اور ضمیر میں تانیث کی تمیز ہے۔ اگرچہ دوسری بعض زبانوں میں بھی تانیث کی تمیز ہے لیکن اس طرح اسم سے، فعل سے پھر ضمیر سے بھی تمیز نظر نہیں آتی۔ فارسی میں تانیث کی قطعاً تمیز ہی نہیں۔ انگریزی میں صرف اسم اور ضمیر سے تمیز ہے۔ فعل میں امتیاز نہیں ہوتا۔ Came, Has عورت و مرد ہر دو کیلئے مستعمل ہے برخلاف اس کے عربی

میں جا، مذکر کیلئے اور جاءت مؤنث کیلئے کہیں گے۔ اردو۔ ہندی میں ضمیر سے تانیث کا امتیاز ہی نہیں۔ وہ۔ یہ مرد و عورت ہر دو کیلئے مستعمل ہے۔ عربی میں ھو۔ ھی کہا جاتا ہے۔ الغرض اس خصوص میں عربی تمام زبانوں سے ممتاز ہوئی۔ پھر عربی میں تثنیہ۔ اسم۔ فعل اور ضمیر میں بالکل ممتاز ہے۔ دیگر زبانیں اس سے قاصر ہیں۔ اور اعراب تو عربی کا مسلم خاصہ ہے۔ یہ چیز عربی کے سوا کسی زبان میں نہیں۔ عبرانی میں کہیں کہیں اعراب لگاتے تھے جو زبان ہی مردہ ہو گئی۔ وہ بھی صرف ایک یا دو اعراب تھے۔ عربی کیطرح کسی زبان میں اعراب نہیں۔

دِقّتِ تعبیر:۔ بعض چیزوں کو الفاظ کی کمی کے باعث دوسری زبانیں فقرات و جملات میں ادا کرتی ہیں۔ مگر عربی میں صرف مفرد لفظ استعمال کر دینے سے معنی سمجھ میں آجاتے ہیں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اختصار کی وجہ سے ایک مثال ذکر کرتا ہوں۔ ہاتھ کو لیجئے عربی میں مجموعاً یَدٌ یا کَفٌ کہتے ہیں اب ہاتھ کے ہر جزو کے لئے الگ الگ لفظ موجود ہیں۔ دیکھئے اور سمجھئے۔ ہاتھ کے اجزاء۔ اصبع (مطلق انگشت) ابہام۔ وسطیٰ۔ سبابہ۔ بنصر۔ خنصر (یہ سب انگلیوں کے جدا جدا نام ہیں) بنان (پور) وترہ (فاصلہ مابین انگشت) خلل۔ ستر۔ فتر۔ رطب۔ عنب۔ وضیع۔ ظفر (ناخن) زنکیرہ۔ انمل (سر انگشت) سلامہ (انگشت کی ہڈی) رسغ (جوڑ) راحت (ہتھیلی) اسلیم (رگِ دست) وغیرہ۔ کیا کوئی زبان اس کی ایک بھی مثال پیش کر سکتی ہے۔ کہ صرف ہاتھ کے ایک ایک جزء کے نام الگ ہوں۔ نہیں۔ دنیا کی ساری زبانیں اس ہمہ گیری و وسعت سے خالی ہیں اسی طرح شب و روز میں ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں عربی میں ہر گھنٹہ کا جدا جدا نام موجود ہے بخوفِ طوالت چھوڑتا ہوں۔

ایجاز و اعجاز:۔ یہ بھی عربی زبان کی خاصیت ہے کہ بہت سے معنوں کو تھوڑے لفظوں میں ادا کر دیا جائے مثلاً ھَلَّلَ (لا الہ الا اللہ کہا) کیلئے کافی ہے۔ **وفی القصاص حیات** (اسکی تشریح مفصل ہے جو ایک ٹکڑے میں موجود ہے) غرض ایجاز و اعجاز پہ قلم اٹھانا تحصیل حاصل ہے سابقین اس موضوع پر دفتر کے دفتر لکھے ہوئے چھوڑ گئے ہیں۔ مشتاق نگاہیں صرف مطول یا اسرار البلاغۃ ہی دیکھ لیں تو پتہ چل جائے۔

الفاظ مترادفہ و متضادہ کی کثرت:۔ یعنی عربی زبان میں الفاظ کی اسقدر کثرت و وسعت ہے کہ ایک ایک معنی کیلئے ایک ایک سو دو دو سو الفاظ موجود ہیں۔ اس خصوص میں کوئی زبان عربی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مثلاً نور کیلئے ۲۱ الفاظ۔ تاریکی کیلئے ۵۵ آفتاب کیلئے ۲۹ ابر کیلئے ۵۰ بارش کیلئے ۶۴ کنویں کیلئے ۸۸ پانی کیلئے ۱۷۰ شراب کیلئے ۱۰۰ شہر کیلئے ۲۵۰ سانپ کیلئے ۱۰۰ اونٹنی کیلئے ۲۵۵ طویل کیلئے ۹۹ قصیر کیلئے ۱۶۰ الفاظ موجود ہیں وغیرہ وغیرہ دیکھئے کتب لغت۔

اسی طرح الفاظ متضادہ بھی بہت ہیں یعنی ایک ہی لفظ کے متضاد معنی ہوں۔ مثلاً قعود (کھڑا ہونا اور بیٹھنا) نغبج (سیرابی اور پیاس) ذاب (رواں اور منجمد) بیع (خرید و فروخت) وغیرہ وغیرہ

الفاظ مشترکہ:۔ یعنی ایک لفظ کیلئے کثیر معنی۔ اس سے پہلے جو خصوصیت ذکر کیگئی ہے اس میں ایک معنی کیلئے متعدد الفاظ ہونیکی خوبی تھی۔ لیکن عربی وہ وسیع زبان ہے کہ اس میں ایک لفظ کے متعدد معنی بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً خال کیلئے ۲۷ معنی ہیں۔ عین کے ۳۵۔ عجوز کے معنی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

مقفیٰ و مسجع عبارت:۔ یہ خاصیت اگرچہ اور زبانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر بہت کم۔ عربی میں چونکہ ہم وزن و ہم قافیہ الفاظ کی اکثریت ہے اسلئے یہ خاصیت کثرتِ استعمال کے اعتبار سے صرف عربی ہی کی ہے۔ دیکھئے مقامات بدیعی و حریری

الاشتقاق لابن شرف وغیرہ کوئی زبان ایک مکمل کتاب بھی اس صنعت کی پیش تو کر دے؟

الفاظ و معنی کی باہمی مناسبت:- یعنی جس قسم کے معنی ہوں ویسے ہی الفاظ اور جیسے الفاظ ہوں ویسے ہی معنی۔ مثلاً سخت لفظ کیلئے سخت معنی نرم لفظ کیلئے نرم معنی بھی عربی کا خاصہ ہے۔

سیبویہ کا قول ہے کہ اکثر مصادر جو فعلان کے وزن پر آتے ہیں ان میں اضطراب و حرکت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ جیسے غلیان وغیرہ۔ ابن جنی کہتا ہے کہ اکثر مضاعف رباعی مصادر کے معنوں میں تکرار و کثرت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے مثلاً قلقلہ، صلصلہ، زلزلہ، قعقعہ، قرقرہ وغیرہ۔ فعلی کے وزن پر اکثر سرعت کا معنی رکھنے والے لفظ آتے ہیں مثلاً زلقی وغیرہ۔

حروف کی نرمی و سختی سے الفاظ کے معنی بھی متغیر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً انین، انیت، متفرق المعنی ہیں۔ حنین و رنین، قبض و قبص میں فرق ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ نخیر، شخیر، کریر گھوڑے کی آواز کے نام ہیں ان سب میں فرق ہے۔ ہطل و ہطل، مدّ و مطّ میں بھی فرق ہے۔ اگرچہ معنی ایک ہے لیکن مرتبہ و درجہ کا فرق ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح حرف کی زیادتی سے معنی بھی زیادہ ہو جاتے ہیں مثلاً شقدف (چھوٹی کشتی) اور شقداف (بڑی کشتی) کو کہتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ہیں عربی زبان کی خصوصیات۔ دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس میں ان خصوصیات میں سے ایک بھی اس شان سے پائی جائے۔ عربی زبان کی تمام خصوصیات کی تفصیل کیلئے "فقہ اللغۃ" للثعالبی اور "فقہ اللسان" و "المخصص" ابن سیدہ دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو کہ عربی زبان کی خاصیتیں کتنی ہیں؟ میں نے صرف نمونہ کیلئے مختصر طور پر چند باتیں لکھدی ہیں ورنہ عربی زبان پر تفصیلی روشنی ڈالنے کیلئے بے حد قابلیت، کثیر اوقات اور ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے۔ الغرض ان خصوصیات کو دیکھتے ہوئے کون ہے جو اس قدیم و مقدس زبان کو سب سے زیادہ وسیع اور زندہ نہ تسلیم کرے گا؟ لہٰذا حق و انصاف کی روشنی میں یہ متفقہ فیصلہ ہونا چاہئے کہ ہندوستان کی مکمل قومی اور ملکی زبان کہلانے کیلئے جس طرح اردو میں پوری صلاحیت موجود ہے اسی طرح دنیا کی عمومی زبان کہلانے کیلئے عربی میں پوری صلاحیت موجود ہے۔ کاش! دنیا کے اہل علم حضرات عربی زبان سے شغف پیدا کرتے۔

کوششِ رزق سے مذہب کا تعلق

(از مولوی عبدالوالی صاحب آروی متعلم جماعت خامسہ رحمانیہ)

انسانی نفسیات کا مشاہدہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ بنی نوع انسان کو جب دنیاوی اور معاشی طور پر ایک حد تک فارغ البالی ہو جاتی ہے اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں تو اس مالک حقیقی کے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں جس نے ان کو پیدا کیا اور یہ آرام دیا۔ بلکہ اس خدا کے ان بندوں کو بھی بھول جاتے ہیں جو کسی حد تک قابل توجہ اور مستحق امداد ہوتے ہیں۔ پھر اس غفلت کے ساتھ ساتھ جو کچھ عیش و عشرت کے سامان ان کے پاس ہوتے ہیں انھیں وہ اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ اور اپنے حسنِ تدبیر کا ثمرہ بتاتے ہیں لیکن جب اس کے برعکس ان کو ناکامیابیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے عیش و عشرت کے